رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے | عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ غیر ممالک سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہونچاؤں گا۔ (الہام مسیح موعود)

Digtized by Khilafat Library

فہرست مضامین

جلد ۴ | ۶ مارچ ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ | نمبر ۶۷

مدینۃ المسیح

بروز دوشنبہ مدرسہ احمدیہ کے طلباء نے جناب مفتی محمد صادق صاحب و مولوی عبید اللہ صاحب کو بعد از نماز عصر الوداعی دعوت دی۔ جسمیں حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک مختصر تقریر فرمائی گذشتہ پرچہ میں ہم اطلاع دے چکے ہیں کہ جناب مفتی صاحب ۷ مارچ کو انشاء اللہ یہاں سے روانہ ہونگے۔ بمبئی تک ان کا پروگرام حسب ذیل ہوگا۔

شام کی گاڑی پر بٹالہ سے سوار ہو نگے۔ رات امرتسر رہینگے اور وہاں ۸ مارچ صبح ۸ بجے ایکسپریس میں سوار ہو کر شام انبالہ پہونچیں گے۔ انبالہ شہر میں رات ۸ بجے لیکچر ہوگا۔ ۱۲ مارچ صبح پانچ بجے انبالہ سے سوار ہو کر براہ میرٹھ مظفر نگر دہلی جائینگے۔ اسی شام بعد مغرب ۸ بجے دہلی سے ایکسپریس میں سوار ہو کر براہ

اخبار احمدیہ

ڈیرہ غازیخان کے غیر مبایعین کی قابل افسوس فتنہ انگیزیاں

بابو محمد اکبر صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ ڈیرہ غازیخان لکھتے ہیں کہ ہم نے غیر احمدیوں سے وہ دکھ نہیں اٹھائے تھے۔ جو اب غیر مبایعین سے اٹھا رہے ہیں۔ ان کا فتنہ بڑا عظیم فتنہ ہے۔ اور ان کا شر بڑا بھاری شر ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ اور ہمارے موجودہ واجب الاطاعت امام کے حق میں ناشائستہ کلمات کہہ رہے ہیں تو ہمارے کلیجہ منہ کو آنے لگتے ہیں۔ دل پر برچھیاں چلتی ہیں اور آنکھوں میں خون اتر آتا ہے تاہم ہم صبر سے کام لیتے ہیں اگر

ہم لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلح و آشتی کی تعلیم اور اس واجب التعمیل حکم پر کہ پیچھے ہو کر جیو حسین کیطرح تذلل اختیار کرو۔ عمل نہ کیا ہوتا تو آج تک کئی فساد ہو چکے ہوتے۔ مگر یہ ہیں کہ اپنے مظالم اور سکائد میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ ان لوگوں کی فتنہ انگیز اور غلط فہمی پھیلانے والی تقریروں کے اثر کو باطل کرنے کے لئے ہم نے باقاعدہ ہفتہ وار تبلیغی جلسوں کی بنیاد ڈالی۔ گذشتہ اتوار کو ہمارا تیسرا جلسہ تھا۔ پہلے دو جلسوں میں برادران مولوی محمد عثمان صاحب۔ چودھری نذر محمد صاحب اور چودھری عبد اللہ خان صاحب نے قرآن مجید سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور نبوت پر روشنی ڈالی۔ ہر جلسہ میں بیتاجی طبل انداز ہوئے۔ اور دوران جلسہ میں شور مچایا۔ اور ہمارے جلسہ برخاست ہونے کے بعد اسی جگہ اپنا جلسہ بلا کسی

نوٹس نکالنے کے بجائے گھنٹوں آسمان سر پر اٹھائے رکھا۔ ہم نے مجبور ہو کر یہ صلاح ٹھہرائی۔ کہ جب یہ لوگ ہمارے امام ذی الاحترام اور ہمارے حق میں سخت زبانیاں کرتے ہیں۔ تو ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی دفاعی رنگ میں انکی اصلی اصل لوگوں کو دکھلائیں۔ اور حقیقت سے پردہ اٹھاویں۔ چنانچہ گذشتہ ایتوار کے جلسہ میں اس عاجز کا مضمون تھا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں تفرقہ کس نے ڈالا جس میں سب سے پہلے عام لوگوں کو الہام "دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا" کی طرف متوجہ کر کے بتلایا گیا۔ کہ جب تک اس زمانہ کے فرستادہ کو قبول نہ کرو گے اللہ تعالے کے زہر اور حملے دور نہ ہونگے۔ اور عذاب پر عذاب آتے رہینگے۔ کہاں تک اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرو گے بعد ازاں بیان کیا کہ ہمارا فریق مخالف جو ہمارے برخلاف کارروائی کر رہا ہے وہ کہاں تک انسانیت پر مبنی ہے کیا یہ طریق نتیجہ خیز ہو سکتا ہے۔ اور کبھی اس طرح احقاق حق ہوا کرتا ہے۔ پھر بتلایا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے چند لوگ علیحدہ ہو گئے ہیں جو ہمارے برخلاف کئی باتیں مشہور کر رہے ہیں جو در اصل بے بنیاد ہیں۔ اور لوگوں کو مغالطہ اور دہوکہ دے رہے ہیں۔ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کو نبی ماننے اور آپکے منکرین کو کافر جاننے کے لئے نئے عقائد ایجاد کئے ہیں۔ اور یہ جدید عقائد اختراع کر کے جماعت میں ایک تفرقہ ڈالدیا ہے۔ اور جماعت کا شیرازہ توڑ دیا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ان عقائد پر بحث کیجاوے ہم سر دست یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ کیا واقعی حضرت میاں صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ عقائد اب اختیار کئے ہیں۔ بندہ نے امیر پیام کے سب سے پہلے ضروری اعلان سے اقتباسات پڑھ کر سنائے۔ جس میں صاف اقرار موجود تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے یہ عقائد اوائل کے ہیں۔ اور مئی ۱۹۱۱ء کا بدر کا پرچہ نکالکر ایک حصہ پڑھا جسمیں آنحضور کا مضمون "مسلمان وہ ہے۔ جو سب ماموروں کو مانے" درج ہے۔ اور لوگوں کو بتلایا کہ حضرت میاں صاحب کے یہ عقائد بہت پہلے سے ہیں۔ جنکو آنحضور نے کئی بار کھول کھولکر علی الاعلان شائع کیا۔ ساری جماعت آپکے ان اعتقادات سے خوب واقف تھی۔ مگر پھر بھی کسی نے بُرا نہ منایا۔ یہی لوگ جو آج اپنے رسالہ تکفیر اہل قبلہ میں لکھتے ہیں کہ منکرین مسیح موعود کو کافر کہنا ایسا جرم ہے کہ قریب ہے۔ آسمان پھٹ پڑے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاویں۔ اسوقت بھی موجود تھے اس وقت کیوں شور نہ مچایا۔ کیوں ایسے بُرے شخص کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ خطبے سُنتے رہے۔ اور اسکا ادب کرتے رہے۔ پھر اگر یہ عقائد بہت بُرے تھے تو حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت ایسے شخص کو خود جماعت سے باہر کر دیتے۔ ورنہ یہ لوگ ان کو مجبور کرتے کہ وہ ایسا کریں۔ انہوں نے کیوں نہ ایسا کیا یا کرایا۔ ان لوگوں کی تو ذرا ذرا سی بات پر وہ خبر لی کہ اللہ کی پناہ۔ مگر حضرت میاں صاحب کو کبھی ایک لفظ بھی نہ کہا۔ ایں چہ معنی دارد۔ پھر جب یہ ثابت ہے کہ یہ عقائد پہلے سے موجود تھے۔ مگر باوجود اسکے سلسلہ میں کوئی تفرقہ نہ تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ تفرقہ کی وجہ کوئی اور ہے۔ اور وہ صاف ظاہر ہے کہ تفرقہ کا باعث انکار خلافت ہے۔ اور یہی لوگ تفرقہ ڈالنے والے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکام رکھا ہے اور جماعت کا شیرازہ بدستور خلافت کے ذریعہ قائم ہے بندہ نے یہ بھی اس مضمون میں بتلایا کہ ہمارے مخالف لوگوں کو دہوکہ دیتے ہیں کہ صرف حضرت میاں صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے یہ عقائد ہیں۔ حالانکہ حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ اوّل کے بھی یہی عقائد تھے۔ چنانچہ حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کی وہ تقریر جو پیغام بلڈنگس میں آپنے فرمائی تھی پڑھکر سنا دی گئی۔ جس کا خاص اثر سامعین پر ہوا۔ پیغامیوں نے جب دیکھا کہ ان کا سارا جادو خاک میں ملا جاتا ہے تو وہ سٹ پٹا گئے۔ اور آگ بگولا ہو کر عین مضمون کے اندر حسب عادت شور ڈالنا شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا ہر ایک شخص بولنے لگ پڑا۔ ناچار ہمیں خاموشی اختیار کرنی پڑی۔ مضمون ابھی ادھورا تھا۔ اعلان کیا گیا کہ ہمارا جلسہ ۵ بجے سے ۸ بجے تک ہے۔ نماز مغرب کے بعد باقی حصہ مضمون سنایا جاویگا۔ چنانچہ نماز وہیں پڑھی گئی بعد نماز اجلاس قائم کیا گیا۔ اور تبرکاً پہلے تلاوت قرآن مجید کیگئی۔ مگر افسوس کہ پیغامیوں سے نہ رہا گیا۔ اور ہمارے پہلو میں ایک ہی چبوترہ پر میز کرسی لگا کر ہمارے جلسہ کے اندر اپنا جلسہ شروع کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مجبوراً ہمیں شر و فساد سے بچنے کے لئے اپنا جلسہ برخاست کرنا پڑا ✦

چنگا بنگیال میں تبلیغ

مولوی حافظ غلام رسول صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ۵ ہر فروری بروز اتوار ہم موضع چنگا بنگیال پہونچے۔ ہمارے جانے سے قبل غیر احمدی مولوی فرار ہو گیا تھا۔ یعنے اور حافظ روشن علی صاحب نے متعدد تقریریں کی ہیں۔ میاں محکم الدین صاحب پنشنر تھانیدار ساکن کالا بھی ہمارے ہمراہ تھے وہ بھی اپنے رنگ میں خوب تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ لوگوں کو مولوی مقرر وعظ سننے سے روک گیا تھا تاہم لوگوں نے ہماری باتیں سُنیں۔ ایک شخص مسمی لال دین صاحب نے بمعہ اہل وعیال بیعت کی ✦

ایک مفید مشورہ

برادر محمد افضل صاحب ٹھیکیدار سمندری ضلع لائلپور اپنے تمام احمدی احباب کو مشورہ دیتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی کتب القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ کو خوب غور سے مطالعہ کریں پیغامیوں کے زہر کا تریاق ان میں کافی سے بڑھکر ہے ✦

درخواست دُعا

برادر احمد الدین صاحب پونچھ سے برادر غلام دین صاحب کی صحت یابی کے لئے اور برادر عبید اللہ صاحب بٹالوی لاہور سے اطلاع دیتے ہیں کہ برادر محمد صدیق صاحب گارڈ (جو میدان جنگ سے بیمار ہو کر واپس آگئے ہیں) کی صحت کے لئے۔ اور میاں ایم بشیر حیات خان طالب علم ہائی سکول قادیان اپنی والدہ صاحبہ کے صحت یاب ہونے اور نیز اپنے امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے درخواست دُعا کرتے ہیں۔ احباب ضرور دُعا کریں ✦

نماز جنازہ

برادر نواب الدین صاحب احمدی چک ۱۳۳ جنوبی تحصیل سرگودہا سے اپنی والدہ صاحبہ کے لئے جو کہ مخلص احمدی تھیں۔ فوت ہونے کی اطلاع دیکر نماز جنازہ کے پڑھنے کی درخواست کرتے ہیں ✦

اخبار صادق کے متعلق اطلاع

چونکہ بصورت میرے انگلستان جانے کے قانوناً ضروری ہے کہ میرے بعد اخبار صادق کا پرنٹر اور پبلشر کوئی اور شخص ہو۔ جو ہندوستان میں موجود ہو۔ اور نئے پرنٹر اور پبلشر سے گورنمنٹ

الفضل (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

قادیان دارالامان - ۶ر مارچ ۱۹۱۷ء

مولوی محمد علی صاحب کے ایک خطبہ جمعہ پر نظر

(۱)

جناب مولوی محمد علی صاحب کی شخصیت کسی معرفی کی محتاج نہیں ہے۔ آپ کے نامۂ اعمال کے سب اوراق جماعت احمدیہ کے پیش نظر ہیں۔ اور آپکے کارنامے ایسے نہیں ہیں۔ جنپر کوئی لمبا عرصہ گذر چکا ہو۔ یا جو عصر حاضرہ میں رُونما ہوتے بند ہو گئے ہوں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ آپ کی زندگی نے ایک ایسا پلٹا کھایا جو ہر ایک دیدۂ بینا اور فہم سلیم رکھنے والے انسان کے لئے درس دہ عبرت و نصیحت ہوا۔ اور آپ ایک ایسے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے کہ دنیا حیران رہ گئی۔ بھلا خلافت احمدیہ کا مسئلہ بھی کوئی ایسا مسئلہ تھا۔ جسکے متعلق کسی کو وہم و گمان ہو سکتا۔ کہ مولوی محمد علی صاحب ایسا انسان اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ حقیقت اس وقت بے نقاب ہوئی۔ جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ نے قریباً چھ سال مسند خلافت کو زینت دینے کے بعد رحلت فرمائی زمانۂ خلافت اولیٰ میں مولوی محمد علی صاحب کے بلاچون و چرا از روئے اطاعت خم کرنے کو منافقت سمجھو یا کچھ اور لیکن اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب نے اس راز کو خواہ وہ ان کے لئے لہو کا گھونٹ اور زہر کا پیالہ ہی تھا۔ نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے اپنے سینۂ پُر کینہ میں چھپائے رکھا۔ اور حسب منشاء موقعہ اور محل کی انتظار میں گھڑیاں گن گن کر وقت گذارا۔ اور بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات پر اسکے ابا و استکبار نے بھانڈا پھوڑ ہی دیا۔ اور نوبت بانیجا رسید کہ ارض حرم کی مخالفت اور مقابلہ کی خاطر خاک لاہور پر تختۂ امارت بچھا کر حق کے خلاف اور باطل کی تائید میں مصروف ہو گئے۔ چونکہ رنگ ڈھنگ تو بدل ہی چکا تھا۔ اِسبات کی بھی کچھ پرواہ نہ رہی۔ کہ وہ آنکھیں جوان کی پہلی زندگی کو دیکھنے والی اور وہ دل جو پہلے سے ان کو جاننے والے تھے۔ وہ اس قلب ماہیت پر کس قدر خندہ زن ہوں گے۔ اپنی تمام پہلی تحریروں پر پانی پھیرتے ہوئے جوجی میں آیا کہدیا۔ اور جو چاہا کہدیا ؛

(۲)

"مولوی محمد علی صاحب کے تبدیلی عقائد" رسالہ اس حقیقت کو نہایت صاف طور پر عیاں کر رہا ہے کہ ان ذات شریف کا جواب نشۂ امارت میں سب کچھ بھلا چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق پہلے کیا عقیدہ تھا۔ اور آپ کو کس شان کا نبی سمجھتے تھے۔ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ فرمایئے ۔

مولوی صاحب موصوف ریویو آف ریلیجنز جلد ۴ صفحہ ۵ ۲۴۔ ۲۲۴ پر تحریر فرماتے ہیں :-

"ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے۔ اول یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں۔ اور دوسرا یہ کہ اسکی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کر لیں......سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بعینہٖ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے"

پھر لکھتے ہیں :-

"جھوٹے مدعی نبوت کو نصرت نہیں دیجاتی بلکہ اُسے ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے...

......اس طرح مرزا صاحب کے ساتھ نہیں کیا پس جس شخص کے ساتھ خدا تعالیٰ اپنی کتاب کے مقرر کردہ قوانین کے رُو سے جھوٹوں والا سلوک نہیں کرتا بلکہ صادقوں اور سچے رسولوں والا سلوک کرتا ہے اسکی صداقت پر شبہ کرنا خدا تعالیٰ سے جنگ کرنا اور اسکے کلام کی خلاف ورزی کرتا ہے اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت کسی کی صداقت کا نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ ثبوت کافی نہیں۔ تو پھر کسی نبی کی نبوت ثابت نہیں ہوگی"

(جلد ۷ صفحہ ۲۹۴)

اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مولوی صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی نبوت کی صداقت کا خدا تعالیٰ نے جو ثبوت دیا ہے۔ اگر کوئی اسے نہیں مانتا تو پھر کسی نبی کی نبوت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ لیکن مولوی صاحب کے موجودہ دور زندگی پر نظر کرنے سے ہماری حیرانی کی کوئی حد نہیں رہتی جبکہ ہم آپ ہی کے قلم سے نکلے ہوئے یہ الفاظ پڑھتے ہیں کہ

"میں مرزا صاحب کو نبی قرار دینا نہ صرف اسلام کی ہی ہتک سمجھتا ہوں۔ بلکہ میرے نزدیک خود مرزا صاحب پر بھی اس سے بہت بڑی زد پڑتی ہے اگر ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے۔ تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے۔ اور ہم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہوئے" پیغام صلح جلد دوم نمبر ۹۱ بابت ۸ر اپریل ۱۹۱۵ء

ناظرین کرام غور کریں کیا یہ دونوں تحریریں ایک ہی انسان کے قلم سے نکلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ اور اگر ایک ہی کے قلم سے نکلی ہیں تو کیا یہ اسبات کا بین ثبوت نہیں ہے کہ اسکے عقائد میں ایک بہت بڑا انقلاب واقعہ ہو گیا ہے ؛

(۳)

ان تحریروں کے پیش کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب موصوف کا جہاں ایک وقت یہ کام تھا کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کو بڑے زور شور سے ثابت کریں۔ وہاں انقلاب دہران سے موجودہ وقت میں اسکے بالکل برعکس کام کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے متفرق تحریروں اور ٹریکٹوں پر ہی اکتفا نہ کر کے "النبوۃ فی الاسلام" برعکس نہند نام زنگی کافور ایک ضخیم کتاب بھی لکھ ماری ہے ؛

مولوی صاحب کے علم و فضل کے تو ہم اسی دن سے قائل تھے۔ جبکہ قل اللہ ثم ذرھم کے معنی اللہ منوا کر چھوڑ دو۔ انکی زبان فیض ترجمان سے سمع نواز ہوئے تھے۔ لیکن اس تصنیف بے نظیر کے نام نے تو ہمارے قلب پر مولانا کی قابلیت کا سکہ ہی بٹھا دیا۔ کیونکہ آپ ثابت تو یہ کرنے بیٹھے ہیں کہ اسلام میں نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ لیکن کتاب کا نام "النبوۃ فی الاسلام" اسلام میں نبوت رکھتے ہیں۔ مولانا غور فرمایئے۔ آپکے نزدیک تو اسلام میں

باب نبوت قطعاً بند ہو چکا ہے پھر اس پر بڑا تعجب ہے کہ اپنی کتاب کا نام اسلام میں نبوت رکھتے ہو - آپ کو تو لیست النبوۃ فی الاسلام نام رکھنا چاہیئے تھا ۔

(۴)

یہ جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں بات آ پڑی تھی - اصل میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں - کہ مولوی محمد علی صاحب نے اب اپنی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین یہ قرار دے لیا ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے حضرت مسیح موعود کی نبوت کو ہیچ ثابت کیا جائے - اور عوام الناس میں آپ کے درجہ کے متعلق غلط فہمی پھیلائی جائے لیکن ہم باواز بلند سنائے دیتے ہیں :- ؎

کہیں منہ کی پھونکوں سے بجھتا ہے سورج
ارے میرے دانا یہ کیا ہو رہا ہے

اسکے متعلق طرح طرح کی کوششیں کی جاتی ہیں - قرآن کریم کی آیات کے غلط معنی پیش کئے جاتے ہیں - احادیث کو توڑ مروڑ کر دکھایا جاتا ہے - حضرت مسیح موعود کے کلام کو پس پشت ڈالا جاتا ہے - لیکن با ایں ہمہ مولوی صاحب موصوف جلوہ بر محراب و منبر دکھانے کے وقت وہ کچھ کہہ دیتے ہیں - جو صریح طور پر انکے اعتقاد کے خلاف ہوتا ہے - اور جس سے کم از کم ان کا دل متفق نہیں ہوتا معلوم ہوتا ہے - اسیو جہ سے انکے خطبات جمعہ کو قریباً اخبار بنانے سے دریغ کیا جاتا ہے ورنہ کیا باعث ہے کہ سوائے شاذ و نادر کے ان کا کوئی خطبہ پیغام کے صفحات پر دیکھنے میں نہیں آتا - حالانکہ ہر ماہ میں چار جمعہ پڑتے ہیں - اور جہاں تک ہمارا خیال ہے منصب امارت کے واحد ٹھیکہ دار مولوی صاحب کبھی گوارا نہیں کرتے ہونگے - کہ انکی جگہ کوئی اور بھی جلوہ افروز ہو سکے - کیونکہ وہ اس فطرت کے انسان ہیں کہ ؎

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری

(۵)

اسبات کے ثبوت میں کہ خطبہ جمعہ میں مولوی صاحب اپنے اعتقاد کے خلاف کسطرح درافشانی کرتے ہیں - ہم ان کا ۲ر فروری کا خطبہ جمعہ جو ۱۸ر فروری کے پیغام میں چھپا ہے - پیش کرتے ہیں - اس میں آپ فرماتے ہیں :-

"بعض وہ لوگ بھی دنیا میں ہیں کہ انکے پیرووں نے انکو اپنا خدا سمجھ لیا - تو ایسی حالت میں وہ کیونکر انکے نمونہ پر چلنے اور اس حد تک پہنچنے کی کوشش کر سکتے ہیں - لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے سے کہ انما انا بشر مثلکم میں تو تمہارے جیسا ایک انسان ہوں کسقدر قوت پیدا ہو جاتی ہے - انسان کے اندر جب **وہ بے نظیر انسان بھی ہمارے جیسا انسان ہی ہے تو کونسا وہ انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ اور شرف ہے جسکو اس کا پیرو حاصل نہیں کر سکتا**"

اس عبارت میں مولوی صاحب نے صاف طور پر بتلا دیا ہے کہ انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ ایسے انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے جن کو انکے پیرووں نے خدا سمجھ لیا - انکے نمونہ پر چلنے کی وہ ہمت نہیں کر سکتے لیکن ماسوا اسکے جو بھی انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ اور شرف ہے - وہ انسان کو مل سکتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انسان ہی ہیں - اسلئے آپ کے پیرو انسانیت کا ہر ایک اعلیٰ مرتبہ اور شرف حاصل کر سکتے ہیں ۔

(۶)

اب ہم مولوی صاحب سے پوچھتے ہیں - براہ مہربانی یہ تو فرمائیے کہ نبوت "انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ اور شرف" ہے یا نہیں اگر نہیں تو آپ کے مندرجہ بالا الفاظ بالکل لچر اور فضول ٹھہرینگے کیونکہ آپ ایسے لوگوں کو جنھوں نے اپنے راہ نماؤں کو خدا بنا لیا ہے - اس لئے مطعون کر رہے ہیں کہ خدائی کا درجہ پانے کے قابل نہ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں - اور نہ اس کے لئے کوشش کرتے ہیں - لیکن اگر آپ خود بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی نبی قرار دیتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی انسان نبی نہیں بن سکتا - اور نہ نبوت حاصل کر سکتا ہے - تو وہی اعتراض آپ پر الٹ کر پڑتا ہے اور اس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیرووں میں بھی اسی طرح کی ناطاقتی اور کمزوری پائی جاتی ہے - جس طرح اپنے راہ نما کو خدا سمجھنے والے لوگوں میں آپ ظاہر کر رہے ہیں - اور یہ بات تو آپ نے خود اسی خطبہ میں اس طرح تسلیم بھی کی ہے کہ :-

"اگر ہمارے سامنے ایک اعلیٰ مقصد رکھا جائے - اور دوسری طرف یہ بھی بتا دیا جائے کہ تم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے - تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے برابر ہے"

پس اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت نبی ہمارے سامنے رکھا گیا ہے - اور دوسری طرف بقول آپ کے یہ کہدیا گیا ہے کہ تم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے - تو پھر اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے اور آپ کا حق نہیں ہے کہ دوسروں کو وہ بات کہیں جو خود آپ پر پڑتی ہے - لیکن اگر آپ یہ مانتے ہیں کہ نبوت انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ اور شرف ہے - اور مندرجہ بالا عبارت کے رو سے یہ مانے بغیر آپ کو چارہ بھی نہیں ہے - تو بتلائیے - کہ آپ کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی فرد اس شرف کو حاصل بھی کر سکتا ہے یا نہیں - اگر کر سکتا ہے - تو کیا ہم آپ کو آپ ہی کے مندرجہ ذیل الفاظ یاد دلا سکتے ہیں کہ :-

"اگر تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں مانتے - تو میرے نزدیک یہ بڑی خطرناک راہ ہے - اور تم خطرناک غلطی کے مرتکب ہوتے ہو"

؎ لو! آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

(۷)

مولوی صاحب! ٹھنڈے دل سے سوچئے اور غور کیجئے یہ آپ کے منہ سے کیا نکل گیا - کیا یہ صاف طور پر آپ کے اس عقیدہ کے خلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا - اور کسی کو یہ انسانیت کا اعلیٰ مرتبہ اور شرف حاصل نہیں ہو سکتا - بغیر اس قسم کے خیالات دل میں لانے کے کہ آپ نے صرف دوسروں کو نشانۂ ملامت بنانے کی غرض سے اپنی قدیم عادت سے مجبور ہو کر یہ کہدیا ہے - اور اسبات کو سمجھا ہی نہیں کہ سب سے پہلے میں ہی اس کا شکار بنونگا ہم تو یہی کہینگے کہ حق بر زبان جاری والا معاملہ آپ سے ہوا ہے ۔

کاش! خدا تعالےٰ آپ کو توفیق دے کہ اب بھی آپ کا وہی عقیدہ ہو - جو آپ نے ریویو جلد ۵ نمبر ۵ کے صفحہ ۱۸۶ پر بدیں الفاظ ظاہر کیا تھا کہ :-

"یہ سلسلہ (سلسلہ احمدیہ) سچے معنوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے اور یہ اعتقاد رکھتا ہے - کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا آپ کے بعد ایسا نہیں ہو سکتا جسکو

نبوت بدوں آپکے واسطہ سے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپکے متبعین کامل کے لئے جو آپکے رنگ میں رنگین ہو کر آپکے اخلاق کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں اُنکے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔"

ورنہ یاد رکھئے۔ موجودہ عقیدہ رکھ کر آپ ان لوگوں پر جنہوں نے اپنے ہادیوں کو خدا بنا رکھا ہے۔ یہ اعتراض کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔ کہ وہ ان کے نمونہ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے کیونکہ وہ بھی آپ کو کہہ سکتے ہیں کہ آپ بھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو ایسا نبی مان کر کہ ان کے بعد کسی کو نبوت نہیں حاصل ہو سکتی۔ ہمارے ساتھ ہی مل جاتے ہیں اور جسطرح ہم خدائی کا مرتبہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اسی طرح آپ بھی نبوۃ پانے سے محروم ہو کر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ چکے ہیں ؛

ہماری دُعا ہے کہ خدا تعالےٰ آپ کو بغض اور تعصب کینہ اور دشمنی کی آلائشوں سے پاک کر کے صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرے ؛

(۸)

احمدی قوم پر ہم حق پسند اور انصاف جو غیر مبائعین کی خدمت میں بھی یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ خدارا صاف دل لیکر غور کریں۔ کہ آیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور فرمانبرداری سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ نبوت حاصل کرنے کا عقیدہ رکھنے سے انکے پاؤں دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک مضبوط چٹان پر قائم ہوتے ہیں یا یہ ماننے سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے نبوت کا دروازہ بالکل بند ہو گیا ہے۔ اور اب کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔ اگر وہ یہ اعتقاد رکھینگے۔ تو خوب یاد رکھیں کہ وہ ایک ایسے بڑے اعتراض کے نیچے دب جائینگے۔ جو ان کی کمریں توڑ دیگا۔ اور کسی مخالف کے سامنے کھڑا ہونے کے قابل نہ چھوڑیگا ؛ خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو صحیح عقیدہ رکھنے اور باطل کو ترک کرنے کی توفیق دے ؛

انجمن ترقی اسلام اور صدر انجمن کی رپورٹ

خوشی کی بات ہے کہ انجمن ترقی اسلام نے ہماری گذارش پر اپنی انجمن کی ہفتہ وار رپورٹ برائے اندراج اخبار ارسال کرنی شروع کر دی ہے۔ جو کہ کسی دوسری جگہ احباب کی نظر سے گذریگی۔ اُمید ہے کہ اس طرح انجمن مذکور جو کام سرانجام دے رہی ہے۔ ان کے نتائج سے جماعت احمدیہ آگاہ ہو کر پوری ہمت اور کوشش سے اسکی امداد کریگی۔ اور جن امور کی طرف توجہ دلائی جائیگی۔ ان کو عمل میں لانے کی پوری پوری سعی کی جائیگی نیز انجمن کے کام کو بہت زیادہ وسیع کرنے کا بھی خاص خیال رکھا جائے گا ؛

ہماری اسی قسم کی گذارش پر جناب اسسٹنٹ سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے لکھی ہمیں یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ "یہ تجویز زیر غور ہے کہ انجمن کے صیغہ جات کی ایک قابل اشاعت رپورٹ پریس کو دی جایا کرے۔ اور غالباً اس مہینے سے اسکے متعلق عملی کارروائی ہو سکے۔ آپ کی تحریک کا شکریہ ہے۔ اُمید ہے کہ پریس رپورٹ آپکے پاس بھی انشاء اللہ بھیجی جائے گی" ؛

اس جواب سے ہمیں امید بندھتی ہے کہ بہت جلدی۔ "انجمن کے صیغہ جات کی ایک قابل اشاعت رپورٹ" ہمیں موصول ہونا شروع ہو جائے گی اور ہم اسکو مناسب طریق سے احباب کرام کے سامنے پیش کرنے کا فخر حاصل کر سکینگے۔ جسپر توجہ فرمانا آپ صاحبان کا فرض اولین ہو گا ؛

احمدی مدارس کی ضرورت

انجمن ترقی اسلام کی رپورٹ میں جو آج کے اخبار میں کسی دوسری جگہ درج کی جاتی ہے۔ جماعت احمدیہ کو ہر جگہ مدارس قائم کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ایک ایسی ضرورت ہے۔ جسکی اہمیت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ چھوٹے بچوں کی عمدہ تعلیم و تربیت جسقدر اعلیٰ اور عمدہ نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ اُسے ہر ایک انسان جانتا ہے اور برعکس اسکے جن بچوں کی ابتدائی زندگی اچھی تربیت کے ماتحت نہیں ہوتی یا ایسے لوگوں کے ماتحت ہوتی ہے جن کو اسلام سے تعصب اور عداوت ہوتی ہے یا جو اسلام سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مذہب سے تعلق ہی نہیں رکھتے۔ انکے نتائج نہایت دل دوز اور قابل افسوس ہوتے ہیں

ہماری جماعت جسے خدا تعالیٰ نے دین اسلام کی اشاعت اور ترویج کے لئے چنا ہے۔ ایک ایسی جماعت ہے جسے اپنے نوخیز بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا کے فضل و کرم سے یہی بچے جوان ہو کر دوسروں کے لئے ہدایت اور راہ نمائی کا موجب ہونگے۔ اور اپنے نیک نمونہ اور اعلیٰ عادات و اخلاق کے ذریعہ اسلام کی صحیح تعلیم کو پھیلانے والے بنیں گے پس ضروری اور لازمی ہے کہ ہمارے بچوں کی وہ عمر جس میں انکی لوح قلب بالکل صاف اور نیک اثرات کے قبول کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہوتی ہے۔ ایسے اُستادوں کے زیر اثر رکھی جائے۔ جو اسلام کی تعلیم کا نمونہ اور اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والے ہوں۔ لیکن ایسے اُستادوں کا اسوقت تک ملنا مشکل ہے۔ جب تک کہ احمدی مدارس قائم نہ ہوں۔ اور ان میں احمدی مدرس کام کرتے ہوں ؛

پس ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کے پُرجوش اور دُوراندیش احباب ضرور کوشش کرینگے۔ کہ مقامی طور پر کم از کم پرائمری سکول جاری کریں۔ اور اپنے بچوں کو دوسرے سکولوں میں بھیجنے کی بجائے ان میں داخل کریں ؛

اسبات کی ضرورت خاصکر دیہات میں بہت زیادہ ہے کیونکہ وہاں بچوں کی تعلیم کا انتظام بہت مشکل ہوتا ہے اسلئے ہمارے دیہاتی احباب کو بہت جلدی کوشش کر کے اپنے ہاں احمدیہ سکول جاری کرنے چاہئیں ؛ ممکن ہے بعض لوگ اخراجات کے ڈر سے فی الحال اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینے سے جی چرائیں لیکن انہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اول تو اولاد کا ان پر یہ حق ہے کہ وہ انکی تربیت خاص احتیاط سے کریں۔ دوسرے آج کل دوسری قومیں اپنے پاس سے روپیہ خرچ کر کے غیر اقوام کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کر رہی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہماری جماعت اپنے بچوں کے لئے بھی انتظام نہ کرے۔ حال ہی میں آریہ سماج سیالکوٹ نے اپنے سالانہ جلسہ پر ساڑھے چھ ہزار روپیہ صرف اسلئے جمع کیا ہے کہ اس سے میگھوں کے بچوں کے لئے مدارس کھولے جائیں ؛ پس ہماری جماعت کو اس ضروری کام کی طرف بہت جلدی توجہ منعطف کرنی چاہیئے ؛

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خطبۂ جمعہ

گورنمنٹ برطانیہ اور جماعت احمدیہ

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح والمہدی ثانی ایدہ اللہ

فرمودہ ۳ - مارچ ۱۹۱۶ء

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ؕ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ (۷۹ - ۱ تا ۱۴)

میں نے کسی پہلے خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا۔ کہ ہر ایک جماعت اور قوم کا ایک مقصد اور مدعا ہوتا ہے۔ اور اسکے حصول کیلئے جس قربانی کی بھی اسے ضرورت پڑتی ہو۔ کرتی ہے۔ لیکن اگر نہ کرے۔ تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کامیاب مظفر اور منصور وہی قوم ہوتی ہے۔ جو اپنے اس مقصد اور مدعا کو حاصل کرنے کے لئے جسے وہ اپنا مطمح نظر بنا لیتی ہے ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔ اور ہر ایک پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیز کو اسکے لئے ترک کر دیتی ہے ٭

اسلام میں انسان کا مقصد و مدعا

دین اور اللہ تعالیٰ کی رضا قرار دیا گیا ہے۔ اس کے حصول کے لئے کوئی چیز خواہ وہ کتنی ہی کیوں نہ پیاری ہو۔ قربان کر دینی ضروری اور لازمی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے۔ کہ جو اللہ اور اسکے رسولؐ کے مقابلہ میں مال یا جان یا اولاد کو عزیز رکھتا ہے۔ وہ ایمان دار نہیں ہے۔ ابتدا میں ہر ایک بات سے پوری پوری واقفیت نہیں ہو سکتی۔ اور اسلام کی ابتدا تو ایک ایسی قوم سے ہوئی تھی۔ جو کچھ بھی نہیں جانتی تھی۔ اسلیئے اسے قدم قدم پر سیکھنا اور ہر ایک بات کو سمجھنا پڑا۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ یا رسول اللہ آپ مجھے سوائے اپنی جان کے

سب چیزوں سے پیارے

ہیں۔ چونکہ انہیں اسوقت تک علم کامل نہ تھا۔ اس لیئے یہ کہا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا ایمان اسوقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمہاری جان سے بھی میں تمہیں پیارا نہ لگوں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ نے کہا۔ اچھا یا رسول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی پیارے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم کی کمی کیوجہ سے یہ کہا تھا۔ کہ رسول اللہ آپ مجھے اپنی جان کے سوا باقی سب سے پیارے ہیں۔ ورنہ آپکے ایمان میں کوئی کمی اور نقص نہ تھا۔ کیونکہ جب آپ کو علم ہوا تو فوراً کہدیا۔ کہ آپ مجھے سب چیزوں سے پیارے ہیں۔ اگر ان کا ایمان کامل نہ ہوتا۔ تو ان کو یہ جواب دینے میں کچھ دیر لگتی۔ اور ایمان کے کامل ہونے تک یہ جواب نہ دے سکتے۔ لیکن انہوں نے فوراً کہدیا جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ انکے ایمان میں کوئی نقص نہ تھا۔ صرف اس بات کا علم حاصل نہ تھا ٭

یہ تو حضرت عمرؓ کا ذکر ہے۔ لیکن ہر ایک مومن کا فرض ہے۔ کہ وہ خدا اور اسکے رسولؐ کے راستہ میں ایک پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیز کو قربان کرنیکے لیئے تیار رہے۔ اور پورے طور پر خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں لگ جائے۔ جو آیات اسوقت میں نے پڑھی ہیں۔ ان میں خدا تعالیٰ نے

انسانی ترقی

کا راستہ اور مشکلات اور مصائب سے بچنے کی راہ بتلائی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ کامیابی حاصل کرنے کے لیئے ضروری ہے۔ کہ انسان اپنے آپ کو اس میں اس طرح لگا دے۔ کہ اسے اپنے آپ کی بھی ہوش نہ ہے۔ اور بڑے شرح صدر اور خوشی سے اس کام کو کرے۔ پھر اس طرح اس میں مشغول ہو۔ کہ اسکے کرنے میں اسے خوشی ہی نہ ہو بلکہ اس میں اسے کوئی مشکل مشکل اور کوئی روک روک معلوم نہ ہو۔ اور پھر قوم کا ہر ایک فرد ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی خواہش اور کوشش کرے۔ تب کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن

اگر یہ بات نہ ہو

تو وہ خطرناک زلازل اور مصائب آتے ہیں۔ جن کو وہ قوم برداشت نہیں کر سکتی اور تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔ میں نے مثالیں دیکر بتایا تھا۔ کہ موجودہ زمانہ میں دیکھ لو۔ قوموں نے جو مقصد اور مدعا قرار دیا ہوا ہے۔ اسکے لیئے مال۔ جان۔ عزیز رشتہ دار وطن غرضکہ سب کچھ قربان کر رہے ہیں۔ اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔

ہماری جماعت کا بھی ایک مدعا اور مقصد ہے

اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنا۔ اور دوسروں کو رضاء الٰہی حاصل کرنے کے طریق بتانا۔ لیکن اس مقصد کے حصول میں ہمیں اسوقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک ہم اپنے آپ کو اس کلیہ کے ماتحت نہ کر دیں۔ جو اسوقت تک خود دنیا پر چلا آیا ہے۔ اور وہ یہی کہ اس مقصد کے لیئے ہم تمام پیاری سے پیاری اور عزیز سے عزیز چیزوں کو قربان کرنیکے لیئے تیار ہو جائیں۔ لیکن اگر کسی ایک چیز کو بھی اس قربانی سے باہر رکھیں تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ہماری قربانی میں نقص آگیا ہے۔ اور ہم پورے طور پر اس کلیہ کے ماتحت نہیں ہوئے۔ پس ہمیں چاہیئے۔ کہ جب خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا۔ اور دوسروں کو کرانا ہمارا مقصد اور مدعا قرار پا گیا ہے تو اس راستہ میں کوئی چیز جو سامنے آئے اسے گرا دینا چاہیئے۔ اور کسی کی پروا نہیں کرنا چاہیئے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو کہدیتے ہیں۔ کہ فلاں بات کا دین سے کیا تعلق ہے۔ لیکن اگر انکی بات کو مان لیا جائے۔ تو وہ تو تمام باتوں کو دین سے بے تعلق کہدینگے۔ اور پھر ان کا دین دین ہی رہیگا۔ انکی مثال اس دوکاندار کی سی ہوگی جو کہتا تھا کہ میری دوکان میں سب کچھ موجود ہے۔ جب اس سے پوچھا گیا۔ کہ ہلدی

ہے۔ تو کہنے لگا۔ یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ پھر مرچیں پوچھی گئیں۔ تو کہنے لگا یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ اسی طرح جو چیز بھی دریافت کی جائے۔ اس کے متعلق کہدے کہ یہ نہیں اور سب کچھ ہے۔ تو اسکی بھی دکان ہی تھی۔ لیکن اس طرح کام نہیں چلا کرتے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ فلاں بات کا

دین سے تعلق نہیں

ہے۔ اسلیئے میں اسے عمل میں نہیں لاتا۔ تو یہ اس کی غلطی ہے۔ اسے چاہیئے۔ ہر ایک چیز دین کے لیئے قربان کرنے کو تیار رہے۔ خواہ کسی چیز کا اسے دین سے تعلق سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

اس زمانہ میں ایسی ہوا پھیل رہی ہے۔ جسے آزادی کہا جاتا ہے۔ لیکن در اصل وہ

غلامی سے بھی بدتر

ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ گورنمنٹ برطانیہ سے ہمارا کیا تعلق ہے۔ یہ ایک باہر سے آئی ہوئی حکومت ہے پھر نہ ہمارے آدمی اعلیٰ عہدوں پر ہیں۔ نہ ہمیں ہمارے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ اسلیئے اس کی فتح و شکست کا اثر ہم پر کچھ نہیں ہے۔ یہ اور اسی قسم کے اور خیالات فاسدہ کے ماتحت عوام میں اور خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک ایسی روح پیدا کیجاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ کی مدد کرنا فرض نہیں ہے۔ سیاسی طور پر یہ خیالات کہاں تک درست ہیں اسکے متعلق اسوقت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جمعہ کے خطبے ایسی سیاست کیلئے نہیں ہوتے جو محض دنیا سے تعلق رکھتی ہو۔ لیکن میں اسقدر بتا دیتا ہوں۔ کہ گو اس قسم کے خیالات رکھنے والے لوگ سیاسی طور پر بھی غلطی اور بڑی بھاری غلطی پر ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کو سیاسی طور پر اس پہلو کو نہیں دیکھنا۔ بلکہ اس نقطہ نظر سے دیکھنا ہے۔ کہ اس کا دین سے کیا تعلق ہے۔ اگر اپنی ضروریات اور مفاد کے لحاظ سے گورنمنٹ برطانیہ کی وفادارانہ خدمت کرنا۔ اور اسکی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھنا اور اسکی ہر ضرورت کے وقت مدد کرنا ہمارا فرض ہے۔ تو خواہ سیاسی خیالات اسکے خلاف ہی ہوں۔ تو بھی ہمیں انکو چھوڑنا پڑیگا۔ لیکن اگر کوئی دین کے معاملہ میں سیاسی خیالات کو مستثنیٰ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ انکا دین سے

تعلق نہیں ہے۔ تو اسے یاد رکھنا چاہیئے۔ اس کا

دین کامل نہیں ہے

کیونکہ دین کے لیئے ضروری ہے۔ کہ جس قسم اور جس چیز کو بھی قربان کرنا پڑے قربان کر دیجائے۔ خواہ وہ مال ہو یا اولاد خواہ وہ قرابت کا تعلق ہو یا دوستانہ خواہ وہ خیالات ہوں یا عقائد غرضکہ ہر ایک چیز قربان کر دے۔ اور اگر یہ نہیں کیا جاتا۔ تو کبھی ترقی اور کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ہماری جماعت کے لیئے اتنا کافی نہیں۔ کہ اس بات پر غور کرے۔ کہ گورنمنٹ کے ساتھ سیاسی طور پر کیا تعلقات ہیں۔ بلکہ یہ کہ دینی طور پر کیا ہیں۔

دینی طور پر ہماری جماعت کے جو تعلقات گورنمنٹ کے ساتھ ہونے چاہئیں انکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سب سے بہتر سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اسکے متعلق خوب کھول کھول کر لکھا ہے۔ حتیٰ کہ آپ لکھتے ہیں۔ کہ میں نے کوئی کتاب ایسی نہیں لکھی جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کی طرف توجہ نہ دلائی ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔ گورنمنٹ کے سُکھ کو اپنا سُکھ گورنمنٹ کی تکلیف کو اپنی تکلیف گورنمنٹ کی ترقی کو اپنی ترقی گورنمنٹ کے تنزل کو اپنا تنزل سمجھنا چاہیئے۔ یہ تو حکماً ہو گیا۔ کیونکہ ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ نے خود اسکی تشریح کر دی ہے۔ لیکن اگر عقل و فکر سے دیکھیں۔ تو بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہماری ترقی اس گورنمنٹ سے وابستہ ہے۔ مشاہدہ سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اسی کے مطابق دیکھ لو کہ

وہ کونسی جگہ ہے

جہاں احمدیت کو ترقی ہوتی ہے۔ کابل کی سرزمین کو دیکھو وہاں ہمارے دو آدمی محض احمدی ہونے کی وجہ سے شہید کیئے گئے اور اس وقت تک بھی وہاں علی الاعلان احمدیت کا اظہار نہیں ہو سکتا۔ پھر ترکوں کی حکومت ہے۔ جس کے بادشاہ کو امیر المؤمنین کہا جاتا ہے۔ وہاں ہمارا ایک آدمی کتابیں لیکر پہنچا تو اس سے کتابیں لیکر جلا دی گئیں۔ یہاں ایک

اشتہار عربی میں شائع ہوا تھا۔ وہ وہاں چسپاں کیا گیا۔ تو اسپر بڑی لے دے ہوئی۔ اور آخر اس کو اُتروا دیا گیا۔ یہ تو دُور کی باتیں ہیں۔ ہندوستان میں ہی دیکھ لو۔ جہاں مسلمانوں کی کچھ ریاستیں باقی ہیں۔ جن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انکو خدا تعالیٰ نے اسلیئے باقی رکھا ہے۔ کہ انکو دیکھ کر معلوم ہو جائے۔ کہ اسلامی حکومت کی یہ حالت تھی۔ ان میں سے ایک ریاست کا یہ حال ہے۔ کہ احمدیوں کو مسجد بنانے تک کی اجازت نہیں دیجاتی۔ مندر۔ گرجے۔ اور گردوارے تو بن رہے ہیں۔ انکے لیئے بڑی خوشی سے اجازت دیجاتی ہے۔ لیکن اگر

اجازت نہیں دیجاتی

تو احمدیوں کو مسجد بنانے کی نہیں دی جاتی۔ ایک اور ریاست ہے۔ جہاں کوئی احمدی بنا اور جھٹ اس پر کوئی نہ کوئی مقدمہ کھڑا کر دیا گیا۔ یہ سلوک ہے۔ جو ہم سے کیا جاتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں گورنمنٹ برطانیہ کو دیکھیئے۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ وہ ہم سے ایسا سلوک کرتی ہے جو دوسروں سے نہیں کرتی۔ بلکہ ہم سے بھی وہ اس طرح پیش آتی ہے۔ جس طرح دوسروں سے۔ لیکن اس سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اگر دوسروں کے دلوں میں شکر گذاری کا جذبہ نہیں پیدا ہوتا۔ تو ہمارے دلوں میں بھی نہ ہو۔ کیونکہ اگر انہیں دین کی اشاعت کی ضرورت اور پروا نہیں ہے۔ تو ہمیں تو ہے۔ پس اگر ہمارے ساتھ

گورنمنٹ کا سلوک

ایسا ہی ہے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر وہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمدردی نہ رکھیں اور اس کے شکر گذار نہ ہوں۔ تو ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم سے بھی گورنمنٹ ویسا ہی سلوک کرتی ہے۔ جیسا کہ ان سے۔ یہ دلیل بالکل بیہودہ اور لغو ہے۔ پھر

ایک اور بات ہے

اور وہ یہ کہ ان لوگوں کے لیئے امن ہے۔ لیکن ہمارے لیئے نہیں ہے۔ ہر ایک ہمارا دشمن ہے۔ پھر خدا تعالیٰ نے اپنے سلسلہ کی ترقی کے لیئے اسی سرزمین کو چنا ہے جو

گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت ہے۔ اسلیئے یہی مبارک کے قابل ہے اگر کوئی سلطنت اس سے بڑھکر اچھی اور عمدہ ہوتی تو خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کی نشو و نما کے لیئے اُسی کو چُنتا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اس کو چنا ہے۔ جو اسکی فضیلت کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس یہ حکومت جسقدر وسیع ہو گی۔ ہمارا سلسلہ بھی وسیع ہوتا جائیگا۔ اور ہمیں آزادی حاصل ہوتی جائے گی۔ اسلیئے اگر کوئی ہم سے پوچھے تو یہی کہینگے۔ کہ وہ علاقے جہاں ہمارے آدمی قتل کیئے گئے۔ کل کی بجائے آج ہی گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت آئیں تو ہم خوش ہیں۔ کیونکہ ہماری ترقی گورنمنٹ برطانیہ سے وابستہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا فعل ہمارا مشاہدہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ماتحت ہمیں کامیابی ہوگی۔ ہم یہ جانتے ہیں۔ اور یقین ہیں۔ کہ دوسرے ممالک میں بھی کامیابی ہوگی۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ وہاں بڑی بڑی تکلیفوں اور مشکلوں کے بعد ہوگی۔ اور صاف بات تو یہ ہے۔ کہ وہاں خون کی آبیاری سے ہوگی۔ مگر یہاں اس کے مقابلہ میں کچھ تکلیف نہیں ہے۔ ہم نے تو اپنے ساتھ سلوک میں اتنا اتنا فرق دیکھا ہے۔ کہ دیسی مجسٹریٹوں کے پاس حضرت مسیح موعودؑ کا جو مقدمہ گیا ہے۔ اسکو انہوں نے خراب ہی کیا ہے۔ لیکن

اس کے برعکس

دیکھیئے۔ ایک انگریز کے پاس مقدمہ جاتا ہے۔ اور قتل کا مقدمہ ہے۔ مدعی عیسائی ہے۔ مگر مجسٹریٹ اپنے پاس حضرت مسیح موعودؑ کو کرسی پر بٹھاتا ہے۔ دوسری طرف ایک خبیث الفطرت۔ کمینہ اور رذیل شخص کی طرف سے مقدمہ ہے۔ اور فضول مقدمہ ہے۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعودؑ کو بیماری کا دورہ ہوتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ ضعف طاری ہوجاتا ہے۔ وکیل مجسٹریٹ سے پانی پلانے کی اجازت مانگتا ہے۔ مگر وہ ایسی حالت میں بھی پانی پلانے کی اجازت نہیں دیتا۔

یہ فرق ہے

انگریزوں اور دوسروں میں۔ پس ہمارا دل تو یہی کہیگا اور کہتا ہے۔ کہ جن کی حکومت اور [illegible] ہیں امن

ملا ہے۔ انہیں کے فوائد سے ہمیں ہمدردی ہے پھر جب ہمارا اصل مدعا اور مقصد دین کی اشاعت ہے اور یہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ہوکر حاصل ہوسکتا ہے۔ تو پھر کیوں ہم گورنمنٹ کی ہر طرح سے امداد اور ہمدردی نہ کریں۔ فرض کرلو۔ گورنمنٹ کے خلاف جوش پھیلا کر اور اس سے ہمدردی نہ کرکے فوائد حاصل ہوسکتے ہیں۔ مگر کن کو انہیں کو جنکی آنکھ میں ہم کانٹے کی طرح کھٹک رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ ان لوگوں کو پارلیمنٹ مل جائے۔ تو پہلا ایکٹ یہی پاس کریں کہ احمدیوں کو کاٹ ڈالو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب کبھی ان کا داؤں چلا ہے۔ انہوں نے ہمیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ اور اس کی دادرسی گورنمنٹ برطانیہ سے ہی ہوئی ہے۔

پس ہمیں عقل اور مشاہدہ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم بتا رہی ہے۔ کہ ہمارے فوائد گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پھر دیکھو ہمارے لیئے کس قدر

تبلیغ میں آسانی

ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی وجہ سے انگریزی زبان تو کاروبار کے لیئے سیکھنی پڑتی ہے۔ پھر اس زبان کے ذریعہ جہاں گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت ہو وہیں ہم تبلیغ کرسکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی حکومت میں تبلیغ کرنے کے لیئے جائیں۔ تو وہاں کی زبان سیکھنی پڑیگی۔ یہاں ہم انگریزی زبان کاروبار کے لیئے پڑھتے ہیں۔ لیکن وہی تبلیغ کے کام آجاتی ہے۔ اور اس طرح گویا ہماری محنت آدھی رہ جاتی ہے۔ اب ہمارے مبلغ ماریشس اور نائیجیریا میں تبلیغ کرنے کیلیئے جاتے ہیں۔ مگر کیوں اسلیئے کہ یہ ملک گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت ہیں۔ اور انہیں جانے کے لیئے کسی اور زبان کے سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی انگریزی سے ہی کام ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر کسی ایسی جگہ تبلیغ کے لیئے جانا ہو۔ جہاں انگریزی زبان کام نہیں دے سکتی۔ تو اس کے لیئے بڑی بھاری محنت اور اخراجات کی ضرورت ہوگی۔ تو

ہر رنگ میں

گورنمنٹ کی ترقی سے ہماری ترقی وابستہ ہے۔ پھر گورنمنٹ

کے احسانات کے مقابلہ میں بھی ہمارا فرض ہے۔ کہ اس کا حق ادا کریں۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے کوئی گندہ اور ناپاک خیالات کا ہی انسان ہوگا جو یہ کہیگا۔ کہ گورنمنٹ کی ہمدردی کا دین سے تعلق نہیں ہے۔ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہندوستان میں کچھ ایسے خیالات بھی پھیلے ہوئے ہیں جنکو وفادارانہ نہیں کہا جاسکتا۔ اور ہماری جماعت خدا کے فضل سے چونکہ ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے۔ اس لیئے میں بار بار

گورنمنٹ کی وفاداری

کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے۔ کہ میں نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی جس میں گورنمنٹ کی وفاداری کی تاکید نہیں کی۔ یا توجہ نہیں دلائی اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ نے کئی ایک کتابیں مختلف مضامین پر لکھی ہیں۔ مگر وفات مسیحؑ کا ذکر ضرور کسی نہ کسی رنگ میں ہر ایک میں کردیا ہے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ جب یہ مسئلہ حل ہوجائے۔ پھر آپ کو قبول کرنے والے کیلیئے بہت آسانی ہوجاتی ہے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ نے جو اپنی کتابوں میں اس بات پر خاص زور دیا ہے۔ کہ گورنمنٹ کے ساتھ ہمارے تعلقات نہایت وفادارانہ ہونے چاہئیں اور ہمیں ہر طرح اسکی مدد کرنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ آپنے یہ بھی لکھدیا ہے۔ کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ جب صرف میری ہی جماعت گورنمنٹ کی وفادار ثابت ہوگی۔ یہ یونہی نہیں لکھدیا۔ خدا تعالیٰ کے مامور کوئی لغو کام نہیں کیا کرتے۔ پس اسکے متعلق یہ تو کہا نہیں جاسکتا۔ کہ آپنے نعوذ باللہ گورنمنٹ کی خوشامد کرنے کے لیئے اس طرح لکھدیا ہے۔ کیونکہ اگر آپ ایسا نہ لکھتے۔ تو آپ کو کیا خطرہ تھا۔ آریہ۔ ہندو۔ سکھ وغیرہ قومیں بھی تو اسی ہندوستان میں رہتی ہیں۔ انہوں نے اگر نہیں لکھا۔ تو انہیں کیا ہوگیا ہے۔ پھر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کا وجود یہ گورنمنٹ کو پسند نہیں ہے۔ مگر باوجود اسکے گورنمنٹ انہیں گرفتار نہیں کرتی۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی ایسا دعویٰ بھی نہ تھا۔ کہ گورنمنٹ کو اس کے متعلق کوئی کارروائی کرنی پڑتی۔ آپ پر دشمنوں کا یہ اعتراض تھا۔ کہ گورنمنٹ کی خوشامد کے لیئے ایسا کرتے ہیں لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ آپنے

گورنمنٹ کی خدمت کی اور بہت بڑی خدمت کی۔ مگر اس کے بدلہ میں کوئی امید نہیں رکھی۔ مگر باوجود ان باتوں کے اپنے گورنمنٹ کی وفاداری پر کیوں اتنا زور دیا۔ اسکی سوا کچھ اس کے کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ ایسا آنا تھا۔ جبکہ گورنمنٹ کے خلاف بعض لوگوں کے خیالات پھیلنے تھے۔ آپنے ۱۸۹۵ء میں لارڈ ایلجن کو لکھا تھا۔ کہ مذہبی مباحث کیلئے ایسے قواعد پاس ہونے چاہئیں جن کی وجہ سے امن میں خلل واقعہ نہ ہو۔ اور اس کے متعلق کچھ تجاویز بھی پیش کی تھیں۔ لیکن اسوقت چونکہ ایسے حالات نہ تھے اسلیئے انپر توجہ نہ کی گئی۔ مگر ۱۹۱۲ء میں انکو تسلیم کرنا پڑا۔

پس حضرت مسیح موعودؑ نے جو گورنمنٹ کے متعلق

وفادارانہ خیالات

رکھنے کے متعلق اس قدر کوشش کی۔ کہ مشورے دیئے اسکی ترقی کے لیئے دعائیں کیں۔ اپنی کتابوں میں بار بار توجہ دلائی۔ تو یہ یونہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک پیشگوئی کے ماتحت تھا۔ کیونکہ ایک ایسا زمانہ آنا تھا جبکہ لوگوں کے خیالات میں تبدیلی ہونی تھی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے پیشتر ہی آگاہ کر دیا۔ کہ تم اس سے متاثر نہ ہونا۔ اور گورنمنٹ کے متعلق اپنے وفادارانہ اور ہمدردانہ خیالات رکھنا۔ پس میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کے تتبع میں اپنی جماعت کے لوگوں کو آگاہ کرتا رہتا ہوں اور اب بھی کرتا ہوں۔ کہ اس زمانہ میں جو

ناپاک اور گندے

خیالات پھیل رہے ہیں۔ ان سے پورے طور پر بچیں۔ اور نہ صرف خود ہی بچیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی بچائیں۔ بعض رؤیا ایسے بھی ہوتے ہیں جنکے ایک حصہ کا پورا کرنا انسان کا کام ہوتا ہے۔ دیکھو یہ منارہ ایک پیشگوئی کے پورا کرنے کے لیئے حضرت مسیح موعودؑ نے بنوانا شروع کیا تھا۔ جسپر پچیس ہزار روپیہ صرف ہوا ہے۔ تو پیشگوئیوں کے بعض حصے ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو خدا تعالےٰ پورا کرتا ہے۔ اور بعض ایسے جو انسانوں کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ اب اسوقت خدا تعالےٰ اپنا حصہ تو اس طرح پورا کر دیا۔ کہ ایک ایسی لہر پیدا کر دی ہے۔ جس سے لوگوں کے خیالات میں تغیر واقعہ ہو گیا ہے۔ اب دوسرا حصہ ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایسے موقعہ پر ہماری جماعت پوری پوری وفادار ثابت ہوگی پس میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اس قسم کے خیالات سے اپنے آپ کو بکلی بچائے۔ جو گورنمنٹ کے خلاف ہوں۔ اور پھر انکے مٹانے کی پوری پوری کوشش کرے۔ خصوصاً وہ لوگ جو مدرس ہیں خواہ یہاں کے سکولوں کے یا باہر کے۔ انکی زیر نگرانی جو طلباء ہوں۔ وہ انہیں گورنمنٹ کی وفاداری کا بیج بوئیں۔ طلباء کے دلوں میں بویا ہوا بیج خوب پھل لاتا ہے۔ گورنمنٹ نے اس بات کو مانا ہے۔ کہ وہ ایجیٹیشن سخت خطرناک ہوتی ہے۔ جو طالب علموں کے ذریعہ پھیلائی جاتی ہے۔ چنانچہ بنگال کے گورنر نے اپنی ایک تقریر میں یہی کہا ہے۔ اسکے مقابلہ کیلیئے ہمیں بھی وہی ذریعہ اختیار کرنا چاہیئے یعنی طلباء کے دلوں میں پورے زور کے ساتھ گورنمنٹ کی وفاداری کے خیالات بٹھلانے چاہئیں۔ اور جس کو وہ غلطی سے آزادی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ آزادی نہیں بلکہ

نفس کی قید

ہے اس سے انہیں آزاد کرنا چاہیئے۔ آجکل جسکو آزادی کہا جاتا ہے۔ وہ ایک سخت خطرناک قید ہے۔ ان ملکوں کو دیکھو جہاں اس قسم کی آزادی پائی جاتی ہے۔ اور انکا گورنمنٹ برطانیہ سے مقابلہ کرو۔ وہ ملک کیوں تباہ اور برباد ہو رہے ہیں۔ اسی لیئے کہ وہ ایک ناجائز بات کو آزادی قرار دے رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی بات نہیں مانتے۔ جو جی چاہتا ہے کرتے ہیں۔ کیا یہ آزادی کہلا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو تباہی اور ہلاکت کے سامان ہیں۔ لیکن چونکہ طلباء نوجوان ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے تازہ تازہ تاریخیں پڑھی ہوتی ہیں۔ جن کے واقعات کو وہ ابھی سمجھے نہیں ہوتے۔ اسلیئے جوش میں آکر ناروا باتوں کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے مدرسوں کا خصوصاً اور دوسرے لوگوں کا عموماً یہ فرض ہے کہ ایسے لوگوں کے خیالات کی اصلاح کرتے رہیں۔ چونکہ ہمارا کام

دین کی اشاعت

ہے اور وہ وابستہ ہے گورنمنٹ برطانیہ سے اسلیئے ہماری لیئے ضروری ہے۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو گورنمنٹ کی مدد اور تائید کریں۔

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس بات کی توفیق اور سمجھ دے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی باتوں کی تصدیق کرے۔ اور انکو پورا کر کے خدا تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنے کی اہل بنے۔ آمین

مسٹر حسن ملک کا خط بنام ماسٹر عبد الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میرے پیارے مکرم بھائی آپکا ۲۴ - تاریخ کا نوازش نامہ ملا۔ جسکے لیئے میں آپکا مشکور ہوں۔ جواب میں دیر ہونیکی بابت میں اپنے عاجزانہ عذرات پیش کرتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ میں جزیرہ منی کائی کا رہنے والا ہوں۔ جہاں خطوط آسانی سے نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ نیز میں ملاح ہوں جس کا کام جیسا کہ آپ جانتے ہیں وسیع بے تھاہ سمندر پر پھرنا ہے۔

پیارے بھائی۔ میرے سوالوں کے جوابات نہایت تسلی بخش ہیں۔ انہوں نے میرے فکرمند دل کو ایسا ٹھنڈا کر دیا ہے۔ جیسا کہ غروب آفتاب پر آسمانی شبنم زمین کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ حضور خلیفۃ المسیح سے میری معافی کی بابت عرض کریں۔ کیونکہ محمد علی کے ایک مرید کے دھوکہ میں آکر میں نے حضور سے دشمنی رکھی۔

بھائی! اب میں اپنی کہانی مفصل طور پر بیان کرتا ہوں۔ میں اپنی طالب علمانہ زندگی میں احمدی تھا احمد کی سچائی پر میں یقین رکھتا تھا۔ مجھے احمدیت سکھانے والے مسٹر ایم احمد کالی کٹ کے رہنے والے تھے۔ بعد ازاں مولوی محمد علی کی پارٹی کا ایک آدمی پچھلے سال میرا دوست بن گیا جس نے حضرت مسیح موعودؑ کے حقیقی جانشین کے برخلاف زہر کا بیج میرے دماغ میں بو دیا۔ میں حضرت خلافت مآب کے نہایت ہی برخلاف ہو گیا۔

ایک دن میں نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ ایک شخص مجھے تین دفعہ کہہ رہا ہے

انجمن ترقی اسلام کی کارگذاری

گذشتہ سالانہ جلسہ پر انجمن ترقی اسلام کی طرف سے جو رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ اسکے پڑھنے سے اکثر احباب کو معلوم ہو گیا ہو گا۔ کہ انجمن ترقی اسلام کسقدر اہم فرائض کو سرانجام دے رہی ہے۔ اور ان فرائض ضروریہ کے سرانجام دینے میں کسقدر فنڈز کی ضرورت ہے۔ جو کہ ماہوار ٹھیک باقاعدگی سے ہمارے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔ کیونکہ فنڈز کے نہ ہونے کی وجہ سے کارکنوں کا وقت بجائے اسکے کہ کام میں خرچ ہو۔ اس تشویش میں گذر جاتا ہے کہ جو لوگ انجمن کے ماتحت بڑی قربانی و جانفشانی سے کام کر رہے ہیں۔ اُنکے خورد نوش کا کیا انتظام کیا جاوے۔ سالانہ جلسہ پر یہ بیان کیا گیا تھا کہ انجمن ترقی اسلام ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے میں چھ مہینے پیچھے ہے یعنی ۱۵ دسمبر ۱۹۱۶ء تک کی آمد سے جون ۱۹۱۶ء تک کی تنخواہیں ادا کیگئی تھیں۔ اسکے بعد اللہ تعالےٰ کے فضل سے چندہ دینے والے دوستوں نے پہلے کی نسبت زیادہ توجہ اور باقاعدگی سے کام لیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب ہم صرف تین ماہ پیچھے رہ گئے ہیں یعنی ۱۵ فروری ۱۹۱۷ء تک کی آمد سے ہم نے نومبر ۱۶ء کے تمام بل ادا کر دیئے ہیں ✣

آیندہ احباب کی آگہی اور واقفیت کے لئے یہ ضروری خیال کیا گیا ہے۔ کہ انجمن ترقی اسلام کی طرف سے ایک ہفتہ وار رپورٹ اخبار الفضل میں شایع ہوتی رہے۔ اس سے اُمید ہے کہ انجمن ترقی اسلام کے کام کی اہمیت آہستہ آہستہ احمدی برادران کے دل میں بیٹھ جائیگی۔ اور وہ ہمیں مالی تفکرات سے سبکدوش کرنے کی کوشش کرینگے

الفضل کے کسی پرچہ میں آپ حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ ضلع سیالکوٹ و نواحیہ کے شاندار کارناموں کو ملاحظہ فرما چکے ہونگے۔ آپنے صرف سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دشمنوں کو شکست ہی نہیں دی۔ بلکہ متعدد اشخاص نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں۔ لیکن احباب نے آپکی رپورٹ میں یہ فقرہ بھی ملاحظہ کیا ہو گا کہ ڈسکہ میں ابتدائی مدرسہ کھولنے کی سخت ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ یہ تو حکیم صاحب کی رائے ڈسکہ کے متعلق ہے۔ لیکن میری رائے یہ ہے۔ کہ ضلع سیالکوٹ کے ہر ایک گاؤں میں جہاں کہ احمدی موجود ہوں احمدی سکول ضرور ہونا چاہیئے۔ اور ان سکولوں کا قائم کرنا کوئی مالی سوال پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ محض انتظامی سوال ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے کافی امداد ملجاتی ہے۔ جسکے لئے ضروری ہے کہ مقامی احباب انجمن ترقی اسلام کے کارکنوں کے ساتھ ملکر کام کریں۔ جس کا عملی طریق یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں احمدی سکولوں کا کھولنا مناسب سمجھا جاوے۔ اس ضلع کی مقامی انجمن کا سکرٹری یا کوئی اور دوست اس گاؤں کا نام اور وہاں کے کسی خواندہ یا با اثر احمدی کا نام دفتر ترقی اسلام میں روانہ کر دیوے۔ اسکے بعد مالی رنگ میں صرف اسقدر ضرورت ہوگی۔ کہ فی سکول ترقی اسلام کو ایک سو پچاس (۱۵۰) روپے بھیجدینے چاہئیں۔ اس روپیہ سے سکول صرف ایک سال چلایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس ایک سال کے گذر جانے کے بعد گورنمنٹ کی امداد شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر مقامی لوگوں پر اس کا کسی قسم کا بوجھ نہیں پڑتا۔ امداد کی شرائط یہ ہیں:-

(۱) طلباء کی تعداد دس سے زیادہ ہو۔ دو (۲) روپے فی لڑکا سالانہ اور چار روپے (للعہ) فی لڑکی سالانہ امداد ملتی ہے۔

(۲) اُستاد کی امداد کی شرط یہ ہے کہ اگر پرائمری پاس چار روپے۔ اور اگر مڈل پاس ہو تو پانچ روپے امداد ملتی ہے اس طرح سے اُستاد کی امداد اور طلباء کی امداد ملکر اسقدر ہو جاتی ہے کہ اُستاد کی تنخواہ اور دیگر چندے وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اسوقت ہمارے بعض سکول ایسے بھی ہیں۔ جو صرف سرکاری امداد پر چل رہے ہیں۔ اور مفید کام کر رہے ہیں۔ احمدیہ سکول موضع اٹھوال کے متعلق جناب نائب تحصیلدار صاحب گورداسپور کی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے:-

"میں اپنے مقام مصطفےٰ پور سے چلکر بوجہ ننگل کی طرف جا رہا تھا۔ راستہ میں موضع اٹھوال کے مدرسے کا معائنہ کیا۔ مدرسہ احمدیہ مدرسہ کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ مولوی نذیر علی معلم ہیں۔ مدرسہ کی عمارت نمبرداران دیہہ نے بڑے شوق سے طیار کی ہے۔ گو ابھی ناتمام ہے مگر اُمید ہے کہ ابھی بن جاوے گی۔ کل طالب علم ۲۸ درج رجسٹر ہیں۔ ان میں سے ۲۴ حاضر ہیں۔ طلباء میں سے جماعت اول میں کل زراعت پیشہ $\frac{15}{1}$ دوم $\frac{7}{7}$ سوم $\frac{6}{6}$، $\frac{28}{21}$۔ میں یہ دیکھ کر واقعی حیران ہؤا ہوں۔ کہ اس موضع میں کیوں اس قدر زراعت پیشہ طلباء کی زیادتی ہے۔ کیونکہ جس قدر مدرسجات کا میننے معائنہ کیا ہے۔ اُن میں غیر زراعت پیشہ طلباء کی کثرت رہی ہے۔ تاہم خوشی کی بات ہے۔ کہ اس جگہ کے باشندگان کا تعلیم کی طرف زیادہ خیال ہے۔ طالب علم کل اسی موضع کے باشندے ہیں۔ ملحقہ دیہات کے طالب علم شاید اسواسطے داخل مدرسہ نہیں ہوئے کہ اس مدرسہ میں مذہبی تعلیم ہوتی ہے۔ نیز نزدیک نزدیک چار مدرسجات سرکاری ہیں جو موضع ورک۔ بھڈال۔ ڈڈالہ بانگر میں ہیں۔ اُمید ہے کہ مدرسہ جلدی ترقی کریگا۔ کیونکہ عام باشندگان کا اس کی ترقی کی طرف بہت خیال ہے۔"

انجمن ترقی اسلام کی طرف سے تبلیغ کا کام بھی نہایت کوشش سے ہو رہا ہے۔ مولوی عبد العزیز صاحب مبلغ علاقہ ملتان کے ذریعہ صرف ایکماہ میں سترہ احباب داخل سلسلہ احمدیہ ہو چکے ہیں ✣

نعتیہ غزل

از جناب منشی قاسم علی خان صاحب رامپوری قادیانی

ساقی تو پلا دے مجھے جامِ محمدؐ
کم نہ ہو سرور مئے گلفامِ محمدؐ

کیوں حمد نہ ہو ورد زباں نام کی اُس کے
جس نے کہ یہ تصنیف کیا نامِ محمدؐ

عیسیٰ کو اگر لاکھ فلک پر بھی چڑھایا
لیکن نہ وہ پہونچے بہ لبِ بامِ محمدؐ

پھر کُفر کی ظلمت نہ رہی نام کو باقی
چمکی ہے جہاں جب کبھی صمصامِ محمدؐ

اے مومنو! کچھ قدر کرو پیارے نبی کی
رحمت ہے خدا کی تمہیں پیغامِ محمدؐ

ہے عشق خدا جنکو علامت ہے یہ اُن کی
آنکھوں سے بجالاتے ہیں احکامِ محمدؐ

اُمت کے لئے عمر کو سختی میں گذارا
ہر صبح میں ہوتی تھی نہاں شامِ محمدؐ

مسئلہ وفات مسیحؑ
اور
"اخبار مشرق"

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسپر ہماری طرف سے نہایت مبسوط بحثیں کی گئیں اور مفصل مضامین لکھے گئے ہیں اور بدلائل بینہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو اظہر من الشمس کر دیا گیا ہے اگرچہ ایک مرے کو مارنا قابل تحسین امر نہیں مگر کیا کیا جائے ہمیں واسطہ ہی ایسے عقلمندوں سے پڑا ہے جو دن کو رات نور کو ظلمت اور موت کو حیات کہتے ہیں۔ اور صرف کہتے ہی نہیں بلکہ اسپر اصرار کرتے اور طریق انصاف کو پس پشت پھینکتے ہیں۔ چنانچہ اخبار مشرق میں محمد احسن صاحب وحشی نے ایک طول طویل مضمون مسئلہ وفات مسیحؑ کو غلط ثابت کرنے کیلیئے شائع کیا ہے ایک معقول پسند انسان کو انکے مضمون پر بے ساختہ ہنسی آتی ہے کہ کسقدر انہوں نے وہم اور خام خیالی سے کام لیا ہے جگہ بجگہ فرماتے ہیں پھر یوں ہوا ہوگا پھر یوں ہوا ہوگا بھلا ایک تحقیقی امر کا تصفیہ کبھی توہمات سے بھی ہو سکتا ہے وحشی صاحب وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا غلط مفہوم لیکر عقل کو خیرباد کہنے کی ترغیب دیتے ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انسانی عقل قانون قدرت کا کسی طرح احاطہ نہیں کر سکتی مگر جس امر کے متعلق خدا اور اسکے رسولؐ کا قطعی فیصلہ ہو اسکو بھی قانون قدرت کی آڑ میں لاکر گول مول کر دینا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے تو مسیحی صاحبان کہ سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قانون قدرت کی باریک در باریک باتیں انسانی دماغ میں نہیں آسکتیں کیونکہ انسانوں کو قلیل علم دیا گیا ہے (وما اوتیتم من العلم الا قلیلا) اسلیئے تثلیث پر ایمان بالغیب لاؤ۔ کیا جناب وحشی صاحب کو اپنے اس مجوزہ معیار کی بنا پر تثلیث پر ایمان لانے میں کوئی عذر ہو سکتا ہے؟ اصل بات یہ ہے۔ کہ ایمان بالغیب اسکو نہیں کہتے کہ انسان اندھا دھند مان لے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا امر جو نظر سے پوشیدہ اور مخفی ہو دلائل سے اسکو کالمشہود سمجھنا یہی وجہ ہے کہ جگہ جگہ قرآن کریم میں عقل سے کام لینے کی ہدایت کی گئی ہے چنانچہ خدا تعالیٰ کی ذات بھی ایسی ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کے ثبوت میں نظام عالم کو پیش کر کے فرمایا ہے لآیٰت لقوم یعقلون کہ عقل سے کام لینے والوں کے لیئے اسمیں ہستی باری کے متعلق بڑے بڑے دلائل ہیں۔ پھر ما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا یہ مطلب نہیں۔ کہ چونکہ تمہیں تھوڑا عقل دیا گیا ہے۔ اسلیئے اسکو کام میں ہی نہ لاؤ بلکہ یہ الہام الٰہی کے متعلق ہے چونکہ کفار کہتے تھے ما انزل اللہ علیٰ بشر من شیئ کہ کسی بشر کی یہ شان نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اسپر الہام کرے اسلیئے محمد (صلعم) جو قرآن کو خدا کا الہام بتاتا ہے غلط کہتا ہے بل افتراہ بلکہ اس نے خود بنا کر خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے اس کا خدا تعالےٰ جواب دیتا ہے قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کہ قرآن کریم محمد (صلعم) کا افترا نہیں بلکہ یہ میرا ہی حکم اور الہام کردہ ہے لیکن تم پر چونکہ الہام نہیں ہوتا اسلیئے تم مستبعد اور محال سمجھتے ہو اور تمہارے اس انکار کی وجہ تمہاری کم علمی ہے کیونکہ تمکو الہام کے متعلق بہت کم علم دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلعم نے رؤیا صادقہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے بدکار سے بدکار کو بھی بعض وقت سچی خواب آجاتی ہے تو یہ خواب کا سلسلہ جو ہر خاص و عام میں خدا تعالیٰ نے رکھ دیا ہے یہ اسلیئے ہے۔ کہ انسان کو اگر بالکل اس کوچہ سے بے خبر رکھا جاتا تو پھر الہام کا مفہوم کسی دماغ میں ہی نہ آسکتا اور ایسی صورت میں الہام کے ماننے پر انسان کو مجبور کرنا ایک طرح کا ظلم ہوتا لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ الہام کے متعلق تھوڑا علم بطور دلیل تمکو بھی دیا ہے جس سے تم الہام کی سچائی اسطرح سمجھ سکتے ہو کہ اگر انسان باطنی صفائی میں ترقی کرے اور نفس امارہ کے جذبات سے اپنے آپکو محفوظ رکھے تو خدا تعالیٰ سے کھلے طور پر ہمکلام بھی ہو سکتا ہے۔ یہ ہے مطلب وما اوتیتم من العلم الا قلیلا کا اور اس امر کے ثبوت میں کہ روح سے مراد الہام اور کلام الٰہی ہے سورۃ نحل کی یہ آیت ہے کہ ینزل الملٰئکۃ بالروح من امرہ علیٰ من یشآء من عبادہٖ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون۔ کہ خدا تعالیٰ ملائکہ کے ذریعے اپنا روح یعنی اپنا امر جو کسی کام کے کرنے کے متعلق ہو یا باز رکھنے کے متعلق اپنے بندوں میں سے جسپر چاہتا ہے بھیجتا ہے پھر فرماتا ہے وکذٰلک اوحینا الیک روحا من امرنا کہ ہم نے تیری طرف اپنا روح جو ہمارا ہی امر ہے وحی کیا ہے۔ پھر فرمایا ہے یلقی الروح من امرہٖ علیٰ من یشآء من عبادہٖ کو جسپر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور وہ کسی کا محکوم نہیں تو معلوم ہوا الہام الٰہی کے متعلق کم علم دیا گیا ہے۔ ہاں اگر پاکیزگی میں انسان خدا سے کچھ مناسبت پیدا کرے تو خواب سے ترقی کر کے الہام بھی پا سکتا ہے۔ چونکہ جناب وحشی صاحب نے بے موقعہ اس آیت کو پیش کر دیا تھا اسلیئے اجمالاً اسکے متعلق بھی کچھ لکھ دینا مناسب سمجھا گیا۔ پھر صاحب موصوف آیت کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کو پیش کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق لکھتے ہیں "پس اگر یہودیوں نے آپکو صلیب دی یا صلیب سے اتر کر آپ خفیہ بھاگ کھڑے ہوئے اور سو برس کے قریب گمنامی میں رہکر انتقال فرمایا تو یہ اصول لاغلبن انا ورسلی کا غلط ٹھیرا"...... "اور یہاں اسکے برعکس حضرت عیسیٰؑ کو ذلیل خوار مصلوب و مفرور تسلیم کیا جاتا ہے" مجھے تعجب آتا ہے کہ وحشی صاحب اپنے ادعائے دلیل کی تائید و تاویلات میں ایسے مشغول ہوئے ہیں کہ وہ سچے واقعات جنکو وہ خود بھی مانتے ہیں فراموش کر دیا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰؑ کا کچھ وقت کیلیئے صلیبی تکلیف اٹھانا اور خفیہ طور پر بھاگنا آیت لاغلبن انا ورسلی کے خلاف ہے تو کیا آنحضرتؐ کے خفیہ بھاگنے کو بھی آپکو انکار ہے اور کیا حضرت موسیٰؑ راتوں رات بمعہ قوم نہیں بھاگے تھے۔ پھر اگر حضرت عیسیٰؑ کا صلیب کی وجہ سے کچھ خون گرا تو کیا طائف کے واقعہ نے آنحضرتؐ کو سر سے لیکر پاؤں تک خون آلودہ نہیں کر دیا تھا۔

پھر اگر کچھ عرصے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا قید ہونا آیت مذکورہ بالا کے خلاف ہے تو کیا حضرت یوسفؑ نے بارہ برس جیل میں نہیں گذارے - اور آنحضرت صلعم غار ثور کے تنگ مقام میں تین دن رات محبوس نہیں رہے - کاش آجکل کے علماء فقراء علم قرآن رکھتے تو ہمارے مقابلہ میں ایسی کچی باتیں نہ پیش کرتے - مگر خدا تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو عین ایسے وقت میں بھیجا جبکہ لا یبقٰے من الاسلام الا اسمہٗ ولا یبقٰے من القرآن الا اسمہٗ کے مطابق ایمان ثریا پر چلا گیا تھا اور اسلام بجائے نام اور قرآن کے صرف الفاظ ہی رہ گئے تھے قرآن کریم میں دیگر انبیاءؑ کے متعلق صاف صاف وہی باتیں لکھی ہیں - جن کو دمشقی صاحب نے آیت لاغلبن وانا ورسلی کے خلاف قرار دیا ہے ؛

اصل بات یہ ہے کہ انجام کار خدا کے انبیاء ہی غالب آتے ہیں - ابتدا میں جو انکو تکلیفیں پہنچتی ہیں اور مصائب کے پہاڑ انپر ٹوٹ پڑتے ہیں اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ انبیاءؑ کے متبعین کو قربانی کا سبق دیتا اور ثابت قدمی کا طریق سکھاتا ہے اسی لیے ثبت اقدامنا - ہمیں ثابت قدم رکھ - کی دعا سکھائی گئی ہے - پھر اس طرح تمام دنیا پر ثابت ہو جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے تو دشمن ہزار سر ماریں کچھ بگاڑ نہیں سکتے - دشمن انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے نابود کرنا چاہتے ہیں - مگر انکا نام عزت کے ساتھ شہرت پاتا ہے - لیکن اگر کوئی مخالفت ہی کرے اور بغیر کسی کے مقابلہ کے انبیاءؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں - تو اسکو انکا غلبہ نہیں کہہ سکتے - کیونکہ غلبہ تو دشمن کے مقابلہ پر کھڑے ہو کر اسکو ناکام کرنے کا نام ہے - امید ہے دمشقی صاحب کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جو مفہوم انہوں نے کتب اللّٰہ لاغلبن الآیۃ کا لیا ہے وہ درست نہیں ؛

پھر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ "انجیل کی روایت میں ایلی ایلی لما سبقتانی" کے الفاظ کا موجود ہونا بھی ظاہر کرتا ہے کہ مسیح جیسے الوالعزم پیغمبر کی زبان سے یہ الفاظ نہیں نکل سکتے ..... اسی بنا پر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ صلیب پر بجائے مسیحؑ کے کوئی دوسرا شخص چڑھایا گیا" صاحب موصوف کا یہ استدلال بھی بالکل غلط ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یأتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء وزلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین اٰمنوا معہ متیٰ نصر اللّٰہ - کہ کیا تم نے گمان کر لیا ہے کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ وہ مصائب اور ابتلا تمپر نہیں آئے جو پہلوں پر آئے تھے غریبی نے انکو ستایا دکھ انکو دیئے گئے اور ہلایا انکو ہلایا گیا - کہ ایک رسول اور اسکے ماننے والے کہہ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ہوگی دوسرے لفظوں میں یہ کہتے ہوئے کہ یہ تو مدد کا وقت تھا پھر خدا ہماری کیوں نہیں مدد کرتا - گویا ایلی ایلی لما سبقتانی کا مفہوم خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ادا کر دیا - میرے نزدیک تو یہاں الرسول سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلعم سے پہلے الذین خلوا میں ایک ہی رسول اور اس کے ساتھیوں کا ذکر کرتا ہے سارے رسولوں کا ذکر نہیں فرماتا پھر غریبی بھی انپر ایسی آئی کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اذ قال الحواریون یٰعیسی ابن مریم ھل یستطیع ربک ان ینزل علینا مائدۃ من السماء کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ کیا تمہارا رب طاقت رکھتا ہے کہ اب ہمیں آسمان سے رزق دے ؛

پھر دکھ اور مصیبت اس سے بڑھکر کیا ہو سکتی ہے کہ حواریوں کے سامنے صلیبی واقعہ ہوا - اور الا ان نصر اللّٰہ قریب سے خدا تعالیٰ نے انکو تسلی دی ہے چنانچہ تین گھنٹے کے اندر اندر خدا تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے رہائی دی - ایلی ایلی لما سبقتانی یا متی نصر اللّٰہ یہ کلمات خدا تعالیٰ سے ناامیدی کے موقعہ پر نہیں بولے گئے بلکہ اسکی صفت رحیمیت کو غیرت اور جوش میں لانے کے لئے کہے گئے ہیں کیونکہ راستبازوں کو اپنی فکر نہیں ہوتی بلکہ مخلوق کی گمراہی کا خوف ہوتا ہے کہ وہ ایک نبی کی ایسی حالت دیکھ کر نافہمی سے گمراہی میں زیادہ بڑھ نہ جائیں - پس اگر ایلی ایلی لما سبقتنی کا فقرہ انجیل میں پایا جاتا ہے - تو اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا - کہ حضرت مسیحؑ کے سوا کسی اور نے کہا ہے - اور وہی انکی بجائے صلیب پر چڑھایا گیا ؛

(باقی آئندہ)

جنگ کی خبریں

محاذ ریگا

لنڈن ۲۸ - فروری - نامہ نگار ڈیلی کرانیکل مظہر ہے کہ ریگا محاذ پر جرمنوں کی غیر معمولی سرگرمی ظاہر کرتی ہے - کہ ایک بھاری روسی حملہ ہونے والا ہے ؛

آسٹریوی مظالم

لنڈن ۲۸ - فروری - ٹیلیگراف مظہر ہے کہ آسٹریوی فتح شدہ سربیا کے ہر ایک گاؤں کے ۱۰ - ۱۵ - باشندوں کو سزائے موت دی ہے کیونکہ انہوں نے سروین قومیت کے ہونے کا دعویٰ کیا تھا انکو سزا اس بہانہ پر دیگئی ہے کہ یہ پولیٹیکل جرم کے مرتکب ہوئے تھے سزا یافتگان میں سات ڈپٹی ۲۶ پادری تھے ؛

مشرقی میدان جنگ

لنڈن ۲ - مارچ - ایک بے تار برقی روسی اعلان مظہر ہے کہ ایک جرمن جوابی حملہ نے رومانیوں کو دریائے فرودل کے شمال کی طرف ایک بلندی سے نکالدیا ہم نے دریائے امنک کے شمال میں دو میدانی چوکیوں کو تباہ کر دیا ؛

مہم عراق عرب ترکوں کو شکست فاش

لنڈن ۲۸ فروری - عراق عرب کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ پیر کے روز دشمن کا تعاقب جاری رکھا گیا - ہماری بڑھی ہوئی فوج نے دشمن کے ساتھ بعد دوپہر تین اطراف سے دریائے دجلہ کے بائیں کنارے پر ایک مقام پر جو کوت کے شمال مغرب کیطرف اب تیس میل کے فاصلہ پر ہے جنگ کی - دشمن بہت سا سامان جنگ اور اسلحہ جات چھوڑ گیا اور اسنے چار اور توپیں دریا میں پھینک دیں - ہم نے گنبوٹ فائر فلائی کو جو تیسفان سے پسپائی کے دوران میں کھوئی گئی